کالے لوگوں کی
روشن نظمیں
امجد
اسلام
امجد

# کالے لوگوں کی روشن نظمیں

# کالے لوگوں کی
# روشن نظمیں

امجد اسلام امجد

مطبوعات ○ لاہور

مصنّف ........ امجد اسلام امجد

ناشرین ..... خالد احمد ۔ نجیب احمد

مکتبہ ...... مطبوعات، ۶ اے نسبت روڈ، لاہور

طابع ....... محمّد شریف

مطبع ...... طفیل آرٹ پرنٹرز، لاہور

کتابت ...... محمّد یوسف

بارِ اوّل ..... ۱۹۸۰ء

تعداد ..... ایک ہزار

سرورق ..... انیس یعقوب

قیمت ..... ۱۸ روپے

# انتساب

اُس لمحے کے نام جب

حضرت بلال حبشیؓ

نے کعبے کی چھت پر کھڑے ہو کر پہلی اذان دی تھی

# ترتیب

# پیش لفظ

یہ نظمیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے نیگرو لوگوں کا اعلان نامہ ہیں کہ ہمیں دیکھو، ہمیں سمجھو اور ہمارا احترام کرو۔ میں نے اس مجموعے کا نام "کالے لوگوں کی روشن نظمیں" کا نام دیا ہے تو اس میں "کالے لوگ" کی ترکیب کوئی کلمۂ تحقیر نہیں ہے جس کے پیچھے "سفید آدمی کے بوجھ" کی ذہنیت کارفرما ہے بلکہ یہ ایک کلمۂ توصیف ہے کہ کالے رنگ اور سیاہ نامی کا افتخار آج کے نیگرو لوگوں کا سب سے زندہ اور جاندار نعرہ ہے۔ وہ اپنے چمکدار سیاہ رنگ، چھوٹے چھوٹے گھنگھریالے بالوں اور مخصوص نقوش کو حسن کا بنیادی معیار سمجھتے ہیں اور بجا طور پر یہ سوال کرتے ہیں کہ سفید فام قوموں کو پوری انسانی برادری کے لیے معیارِ حسن مقرر کرنے کا اختیار کس نے دیا ہے! اُن کی وہ جمہوریت جس میں بندوں کو تولنے کی بجائے گننے کا رواج دیا۔ اس باب میں کیا کہتی ہے۔ کہ ایشیا، اور افریقہ کی رنگدار نسلیں تعداد میں دنیا بھر کے سفید فام لوگوں سے کم از کم دگنی اکثریت رکھتی ہیں یہ بات پہلی نظر میں شاید ایک بچگانہ اور دفاعی دلیل لگے لیکن اس پر چند لمحے رک کر غور کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ گذشتہ تین صدیوں سے رنگدار نسلوں کے استحصال کے لیے سفید سامراج نے جو وجوہات وضع اور بیان کی ہیں اُن کے مقابلے میں تو یہ دلیل [illegible] وزنی اور معقول ہے۔

بیسویں صدی میں ہونے والی دو عالمی جنگوں نے جو ہلاکت اور تباہی پھیلائی ہے وہ اپنی جگہ ۔ لیکن بالواسطہ انداز میں ان کا ایک روشن پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ کرہ ارض پر طاقت کا توازن تیزی سے بدلا اور نئی سپر پاورز کے ظہور نے کمزور اور کم ترقی یافتہ ممالک پر جغرافیائی قبضے کے رجحان کو تقریباً ختم کر دیا گذشتہ پچاس برس میں دنیا کے نقشے پر نو آزاد اور نو مولود ممالک کی اتنی بڑی تعداد رونما ہوئی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی غلام ملکوں آزادی کے شعور اور جد وجہد نے دوسری عالمگیر جنگ کے بعد اتنی شدت اختیار کر لی تھی کہ جنگ کی تباہ کاریوں سے نڈھال سامراجی قوتوں کے لیے اب اس طوفان کو روکنا ممکن نہ رہا تھا ۔ مشرق وسطیٰ برصغیر پاک و ہند، چین، جنوبی مشرقی ایشیا لاطینی، ایشیا غرضیکہ جہاں جہاں سامراج نے استحصال کا بازار گرم کر رکھا تھا ایک ایک کر کے، تتلیوں کی طرح اس کی مٹھی سے نکلتے چلے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود ایک پورے کا پورا براعظم ابھی گرفت میں تھا ۔ افریقہ میں آزادی کی جد وجہد قدرے تاخیر سے شروع ہوئی، اور کسی نہ کسی شکل میں ابھی تک جاری ہے ۔ افریقہ کے سیاہ فام باشندے جنہیں جہازوں میں بھر کر جنس تجارت کی طرح سامراجی منڈیوں میں برآمد کیا جاتا تھا کچی نیند سے جاگے ہوئے آدمی کی طرح سندیائی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے ۔ اور اپنے آپ کو ٹٹول کر اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنے تشخص کی تعمیر اور بازیافت کے لیے کوشاں تھے ان لوگوں کو ہم تین بنیادی گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔

(۱) ایسے نیگرو باشندے جو افریقہ سے باہر سفید ملکوں میں مقیم ہیں ۔

(۲) افریقی عوام جو مختلف سامراجی قوتوں سے برسرپیکار تھے

(۳) روڈیشیا اور جنوبی افریقہ کی نسل پرست سفید حکومتوں میں رہنے والے سیاہ فام باشندے ۔

نظموں کے اس مجموعے میں ان تینوں علاقوں اور گروہوں کے شعرا کے ترجمے شامل ہیں ۔ تینوں کے معروضی حالات، جد وجہد کی نوعیت، تاریخی پس منظر اور تناظر میں تھوڑا بہت فرق ضرور ہے (جو ان کی شاعری میں بھی نظر آتا ہے) لیکن دو بنیادی باتیں ایسی ہیں جو دنیا بھر کے سیاہ فام لوگوں میں مشترک نظر آتی ہیں، پہلی بات تو مزاحمت اور آزادی کا جذبہ ہے جو ان کے رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے اور دوسری بات ان کا اپنے کالے پن NEGRITUDE میں افتخار کا جذبہ ہے انہیں اپنے سیاہ فام ہونے پر ندامت نہیں فخر ہے، وہ اپنے کالے رنگ اور نقوش کا ذکر معذرت سے نہیں مسرت سے

کرتے ہیں وہ اپنے اسلاف کی ان روایات پر فخر کرتے ہیں جنہیں ترقی یافتہ مغرب جاہلانہ، دقیانوسی اور غیر انسانی قرار دیتا ہے۔ وہ مستقبل کی طرف سفر کرنے کے لیے ماضی کا حوالہ اپنا سب سے بڑا رفیق سمجھتے ہیں اور یہی وہ دوڑی ہے جس سے تمام کرۂ ارض پر بکھرے ہوئے موتی ہیں ایک خیرہ کر دینے والے ہار کی شکل میں جگمگا رہے ہیں۔

آج جبکہ دنیا ایک ایسے آتش فشاں پہاڑ کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ جس کے کئی دہانے ہیں۔ اور ہر ایک میں سے دھوئیں کے طوفان اُٹھ رہے ہیں لاوے کی آنچ اور حدت ہر گھر کے آنگن میں محسوس ہو رہی ہے اور انسانی حقوق اور پامالی کے درمیان ایک مسلسل جنگ جاری ہے یہ سیاہ فام شاعر دنیا بھر کے محکوم اور استحصال زدہ لوگوں کے نمائندے بن کر ابھرے ہیں، ضمیرِ عالم کی یہ آواز جو بیک وقت کراہ بھی ہے اور ایک نعرۂ حریت بھی۔ تیسری دنیا کے تمام لوگوں کا استعارہ بن کر سامنے آئی ہے اور پاکستان میں رہتے ہوئے یہی وہ دردِ مشترک ہے جس نے مجھے انہی نظموں کو ترجمہ کرنے کی تحریک دی اور آج جب کہ یہ ایک مجموعے کی شکل میں شائع ہو رہی ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں بھی غالب کے لفظوں میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ ہوں میرے لیے یہ تسکین بہت ہے کہ ان ترجموں کے ذریعے سے میں نے اپنے ہموطنوں اور اردو پڑھنے والے دوسرے لوگوں کے لیے اس آنگن کی طرف ایک کھڑکی کھول دی ہے جہاں ہمارے سیاہ فام بھائی اور دوست بانہیں پھیلائے کھڑے ہیں۔

اس مجموعے میں کل چالیس نظمیں شامل ہیں افریقہ کے تمام حصوں کے علاوہ اس میں امریکی نیگرو شاعروں کی نظمیں بھی ہیں یہ نظمیں مجھے امریکی شاعر اور نقاد پروفیسر فٹز سمنز (Fitzsimmons) پروفیسر فٹز سمنز نے جو لسانیات اور ڈرامائی ادائیگی DRAMATIC READING کے شعبوں میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ نظمیں امریکہ کے مختلف علاقوں سے عوامی گیتوں، گٹار پر گائے جانے والے جوشیلے نغموں اور پمفلٹ کی شکل میں چھپنے والی بے نام شاعری کی شکل میں جمع کی ہیں میں نے ان میں سے صرف وہ نظمیں ترجمہ کی ہیں جو ہماری "اخلاقی حدود" میں سما سکتی تھیں اور اُن بہت سی نظموں کو مجبوراً چھوڑ دیا ہے جن میں شاعروں کا غیض و غضب اتنا بڑھ گیا تھا کہ مروجہ ادبی زبان اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ان نظموں پر آپ کو شاعروں کے نام نظر نہیں آئیں گے کیونکہ میرا ذریعہ (SOURCE) یعنی پروفیسر فٹز سمنز بھی اس سے لا علم ہیں۔

میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ یہ مجموعۂ تراجم نیگرو شاعری کا مکمل نمائندہ ہے لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا۔ کہ میں نے اپنی طرف سے بساط بھر کوشش کی ہے کہ بہترین شاعروں سے زیادہ شاعری کی نمائندگی کی جائے اور وہ بھی اس شاعری کی جس کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔ نیگرو لوگوں کا اپنی سیاہ فامی پر فخر تیسری دنیا کے تمام لوگوں کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے اپنے وجود کا اقرار اس کی شناخت اور اس کا افتخار ہی قومی تشخص کا وہ زینہ ہے جو تمام دنیا کے محکوم، مظلوم اور پسماندہ لوگوں کو ایک ایسی شاہراہِ حیات کی طرف لے جاتا ہے۔ جہاں بین الاقوامی انسانی برادری کا صدیوں پرانا خواب ہماری راہ دیکھ رہا ہے۔

یہ ترجمے نثری ہیں، اس بار میں نے فلسطینی مزاحمتی شاعری کے مجموعہ تراجم "عکس" کے برعکس نثر کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ عربی کے مقابلے میں انگریزی زبان کا مزاج بے حد مختلف ہے پھر یہ نظمیں بھی مختلف زبانوں سے انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہم تک پہنچی ہے اس عمل میں روحِ شاعری یقیناً متاثر ہوئی ہو گی منظوم ترجمے میں اغلب یہ تھا کہ ترجمہ نہ صرف اصل متن مزید دور ہو جاتا بلکہ اس میں وہ تاثیر بھی نہ پیدا ہو پاتی جو شاعری کا اصل جوہر ہے جہاں تک انگریزی زبان پر میری دسترس کا تعلق ہے مجھے اس سلسلے میں کوئی خوش فہمی نہیں میں نے اپنے محدود علم کے مطابق اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ صحیح اور رواں ہو البتہ کہیں کہیں میں نے لائنوں کی ترتیب اور لفظوں کے مترادفات کے سلسلے میں ذوقِ شعری کو باقی ہر چیز پر فوقیت دی اور اس کے لیے میں کسی معذرت کا خواستگار نہیں ہوں کہ شاعر ہونے کے ناتے سے یہ گنجائش میرا حق ہے

میں برادرم انیس یعقوب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے سرورق میں نظموں کے موضوع کو بڑی خوبصورتی سے اجاگر کیا ہے اور اُمید کرتا ہوں کہ یہ مجموعہ پڑھنے والوں کو معصر شاعری کی ایک انتہائی توانا اور زندہ روایت سے متعارف کرائے گا۔

امجد اسلام امجد

۶۵ بیمنٹ روڈ لاہور

۸ دسمبر ۱۹۸۰ء

# خدا کو بتاؤ

خدا کو بتاؤ

کہ ہر روز دوپہر کے کھانے پر میں اپنے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے
کوڑے کے ڈبے سے گندگی کھاتے دیکھتا ہوں
پگھلتے ہوئے آلوؤں کے ٹکڑے اور سڑا گلا جیم ؎
اُسے بتاؤ

کہ میں اپنے دل میں اُن کے لیے آنسو بہاتا اور روتا ہوں
کیوں کہ میں اِن محتاجوں اور مفلسوں سے محبت کرتا ہوں
میں اُن کی بوسیدگی گندگی اور غلاظت سے
اُن کی شرمناک حالت سے اور اُن کی مفلسی اور شقاوت سمیت اُن سے محبت کرتا ہوں
خدا کو بتاؤ

کہ میں نے اُس کے اِن بندوں کو گرجا گھر میں جاتے دیکھا ہے۔
اُسے بتاؤ کہ میں نے اُس کے پادری کو
اُنہیں نجات اور بخشش کی دُعائیں دیتے دیکھا ہے
لیکن یہ پادری اُن میں سے نہیں ہے
کیونکہ وہ اُس جہنم میں کبھی نہیں آئے گا
جہاں یہ مفلس اور کنگلے لوگ رہتے ہیں
وہ اُس کے دوست نہیں ہو سکتے
"مفلس لوگ بخشی ہوئی رُوحیں ہیں"
وہ تمہاری کتاب سے بغیر کسی ایقان کے اُنہیں پڑھ کر سُناتا ہے

لیکن یہ لوگ ہر اُمید سے ہاتھ اُٹھا چکے ہیں
اور اب جنّت کے حسین خوابوں پر اُنہیں کوئی یقین نہیں رہا
خُدا کو بتاؤ کہ کانٹے دار درختوں کی سنیتیں مارتی ہُوئی شاخوں کے نیچے سے گزر کر
اُس کا پادری
اُمرا کی آبادی کی طرف روانہ ہو چکا ہے
جہاں امن، آرام اور جنّت
انسانی محبّت کے دُکھ اور گناہ سے ماورا ہیں
اُسے بتاؤ
کہ میں انسان کی روحانی تکلیف کے شدید احساس سے گذرا ہوں
اور میں نے بارہا اُسے پکارا ہے
اُسے بتاؤ
کہ میں نے اُسے بہت تلاش کیا ہے لیکن وہ کہیں نہیں ملا
میں نے چلّا چلّا کر اُسے آوازیں دی ہیں مگر اُس نے جواب نہیں دیا
اُسے بتاؤ
کہ میں نے عبادت گاہ میں خون رو رو کر اُس سے التجائیں کی ہیں

لیکن اُس نے ہماری طرف نگاہ نہیں کی
خُدا کو بتاؤ - اُسے بتاؤ
کہ وہ اپنے آسمانوں کے ابدی سکون سے نکلے اور اِس جہنم میں آئے
اُن کے لیے جو بیمار ہیں اور بے یار و مددگار ہیں
یہ اُجڑے اور بھلائے ہوئے لوگ اُسے پکار رہے ہیں
اُسے بتاؤ کہ یہ غریب اور محتاج لوگ اُس کے مبارک ظہور کے لیے تڑپ رہے ہیں
اُسے بتاؤ کہ یتیم، معذور، عاشق اور خبطی سب اُس کی چاہ میں سُلگ رہے ہیں
خدا کو بتاؤ - خدارا اُسے بتاؤ
کہ اُسے گرجا گھروں اور نئے طرزِ تعمیر کی شاندار عبادت گھروں میں
رہتے ہوئے بہت وقت ہو گیا ہے
اُسے بتاؤ کہ پاک اور مقدس قربان گاہوں میں وہ بہت رہ چکا ہے
اے خدا وہاں کوئی نہیں ہے
وہاں تیرے اُس "مقدس" پادری کے سوا کوئی نہیں ہے !
خُدا کو بتاؤ کہ وہ غریبوں کے گندے محلوں کی طرف آئے
اُسے بتاؤ کہ اب دیر کی گنجائش نہیں ہے

---

# ایک نیگرو محنت کش

مَیں نے اُسے نیم تاریک سڑکوں کے فٹ پاتھوں پر کئی بار
خمیدہ قدموں سے چلتے ہُوئے دیکھا ہے
اُس کا سر اُس کے کشیدہ جسم پر جُھکا ہوتا ہے
اور وہ اپنی خستہ حالی اور وحشت زدگی میں یُوں چلتا ہے
جیسے تاریک سایوں کے درمیان وہ بھی ایک سایہ ہو

مَیں اپنا چہرہ اُس کے مقابل لاتا ہوں اور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوں
لیکن اُس کے تاریک سیاہ فام چہرے پر مسکراہٹ کی ایک کرن بھی نہیں رینگتی
کسی اُمید اور کسی خواہش کا سایہ تک نہیں ہوتا

اُس کی خوف زدہ لیکن برچھی کی طرح کاٹتی ہوئی نگاہ
بے حس ہجوم کے درمیان
کسی ایسے چہرے کو بے قراری سے ڈھونڈتی
اور کسی ایسے دل کو بے چارگی سے تلاشتی ہے
جس میں اُسے مروّت اور تفہیم کی کوئی جھلک نظر آئے

یہ لورپول[1] میں کام کرنے والا ایک سیاہ فام مزدور ہے
جو اپنی مادرِ وطن سے ایک صدی کے تشدد کا بوجھ اُٹھائے
ایک بھاری اور اُداس دل کے ساتھ
اپنے ایسے تشخص کی تلاش میں نکلا تھا جو باوقار ہو
وہ اِن آزاد لوگوں کی زمین میں
اپنے انسانی تشخص کی تلاش میں آیا تھا
لیکن یہاں کے آزاد، آزاد تو ہیں مگر زندگی سے محروم ہیں
کیونکہ وہ خود بھی روشنی کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں

کیا وہ سورج جس نے پیدائش کے لمحے میں اُس کی آنکھوں کو روشنی دی تھی
کبھی دوبارہ طلوع ہو گا ؟
ہاں! لیکن یہاں نہیں !
کیونکہ۔ یہاں تو اُس کی تمام اُمید ایک ایسا بیلچہ ہے
جس سے اپنے لیے مسلسل پسپائی اور دست برداری کھود رہا ہے

---

[1] LIVERPOOL

# التجا

یہ کس نے میری جنگل زادبہن کی تھکی ہوئی آواز کا گلا گھونٹ رکھا ہے ؟
اب یہ پہلے کی طرح ہر صبح مجھ تک کیوں نہیں پہنچتی !
میری جنگل زادبہن کی پژمردہ آواز جو اپنے طویل سفر سے تھک چکی ہے
جس کی ڈوبتی ہوئی چیخ میلوں تک اپنی پرواز میں میرا نام لے کر پکارا کرتی

اب یہ بارش میں بھیگی ہوئی پکار مجھ تک نہیں پہنچتی
پکار، جس کے جلو میں بے شمار بچے اور ایک صبر آلود غم ہے ۔
اور جس کی متین آنکھوں میں ایک چہرہ مجسم ہے

مجھے یاد ہے گذشتہ ملاقات میں
اُس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جیسے وہ مجھے الوداع کہہ رہی ہو
اور اُس کی آواز ایک بھرّائی ہوئی سرگوشی کی طرح سُنائی دے رہی تھی
جس میں گہرا غم اور مایوسی لہریں لے رہے تھے

افریقہ، اے میری مادرِ وطن مجھے بتا
کہ میری جنگل زاد بہن کہاں کھو گئی ہے
وہ اب اپنے ابدی بچّوں کے ساتھ شہر کی طرف کیوں نہیں آتی

---

# کیمرون

تمہارا نام کیا ہے ؟
کیا تم جانتے ہو کہ تم کون ہو؟
کیا تم اُن شہسواروں کو جو آگ میں گھوڑے دوڑاتے تھے، جانتے ہو!
کیا تم اُن کو جانتے ہو جن کی فتوحات کا سایہ ماضی کے در و بام پر
آتش فشاں کے دہانے سے پھُوٹتے ہوئے شعلوں کی طرح یوں محیط ہے جیسے
اس کائنات پر خدا کا نام !

اگر تم وہ عظیم جنگجو نہیں
(جو اپنے آپ سے بیگانہ ہے) تو اور کیا ہو ؟
ہاں تم وہی باوقار لڑاکے ہو
جن کا تعلق سمورائے کی عظیم نسل سے ہے

جو ایک طویل عرصے تک اپنی مادرِ وطن کے دفاع کے لیے
دن رات دشمن سے نبرد آزما رہے ہیں
جنہوں نے وقت کی بھٹی سے نکلتی ہوئی شعلہ بار ہوا کا پامردی سے مقابلہ کیا ہے
تمہاری جنگجو آنکھوں میں افریقی درختوں کی سُرخی ہے
تم نے لوٹ مار کرتے ہوئے قافلوں کے وحشیانہ حملوں کا مقابلہ
کیا ہے جو فصلوں اور ہڈیوں کو روندتے ہوئے گذر جاتے تھے
تم نے اُن ڈاکوؤں کی قبے آور یادگاروں کو کدالوں سے کھود کر
اور چابکوں سے مار مار کر اپنے وطن سے نکالا ہے
تم نے اُمید تخلیق کی ہے ۔ ایسی اُمید
جس کے بطن سے ایک نئے وطن کی بشارت جنم لے رہی ہے

---

# کالا بچہ دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا

یہ سیاہ فام بچہ دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا
کیونکہ یہ دائرہ سفید فام بچوں کا ہے
یہ گورے بچوں کا دائرہ ہے
جو ایک پُرجوش رقص کر رہے ہیں
ایک ایسا رقص جو مسرّت کے نغموں اور ہنسی کے فوّاروں سے بھرا ہُوا ہے
لیکن یہ ننھا مُنّا سیاہ فام اِس دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا۔

اور پھر ہَوا چلتی ہے اور بچوں کی طرف آتی ہے
پھر وہ اُن کے ساتھ مل کر گاتی ہے اور رقص کرتی ہے
نرم اور لطیف ہَوا کے میٹھے نغمے اور رقص !!

طوفانِ باد و باراں کی سی تیزی سے معمور نغمے اور رقص !!
لیکن یہ ننھا منا سیاہ فام اِس دائرے میں داخل نہیں ہوسکتا.

پرندے ڈاروں کی شکل میں اُڑتے اور چہچہاتے ہیں
وہ اِن پیارے پیارے بچوں کے خوبصورت سروں پر اُڑتے اور چہچہاتے ہیں
اور آخرکار ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں
وہ اپنی پرواز میں رقص کرتے ہیں اور چہچہانے میں گیت گاتے ہیں
مگر یہ ننھا منّا سیاہ فام دائرے میں داخل نہیں ہوسکتا

گورے بچوں میں سے ایک خوشی کی لہر میں آکر پکارتا ہے
آؤ چھوٹے کالے بچے آؤ اور ہمارے ساتھ رقص کرو
لیکن اُس کی چوکس ماں چشم زدن میں یہ منظر دیکھ لیتی ہے
اور گورا بچّہ فوراً اپنی دعوت واپس لے لیتا ہے
یہ سیاہ فام بچّہ اس دائرے میں داخل نہیں ہو پاتا
یہ ننھا مُنّا سیاہ فام سفید بچوں کے اس دائرے میں شامل نہیں ہوسکتا
وہ اپنے اُداس خوابوں میں گم، اکیلا رہتا ہے
اُس کی آنکھیں اندھوں کی طرح بے رنگ ہوجاتی ہیں
وہ اپنی آواز کو اپنے حلق میں دفن کردیتا ہے
اور اکیلا رہتا ہے

---

# کون ہے وہ

اُس وسیع و عریض کھیت پر کہیں بارش نہیں ہے
یہ تو میری پلکوں سے ٹپکنے والا پسینہ ہے جو فصلوں کی آبیاری کرتا ہے

اُس وسیع و عریض کھیت میں کافی کی فصل تیار ہے
اور اس کی سُرخی وہ عرق ہے
جو میرے خون سے نچوڑ کر نکالا گیا ہے
یہ کافی بھونی اور پیسی جائے گی
اور پھر اِس کا عرق سیاہ رنگت اختیار کرے گا
ہم سیاہ فاموں کی رنگت سے ملتا ہُوا سیاہ رنگ
سیاہ فام لوگوں کی جلد جیسا سیاہ رنگ !

---

COFFEE ؎

اِس گاتے ہُوئے پرندے سے پُوچھو!
اِس بے پروائی سے بہتی ہوئی ندی سے پُوچھو!
اور اندرونی علاقوں میں چلنے والی تیز ہواؤں سے پُوچھو!

کون صبح سویرے اُٹھتا ہے اور مشقت کے لیے نکلتا ہے
وہ کون ہے جو لمبے لمبے راستوں پر بوجھ بھرا جھولا
اور پِسا ہُوا اناج لے کر چلتا ہے
کون ہے جو فصل کاٹتا ہے
اور اُس کے معاوضے میں لعنت ملامت وصول کرتا ہے
جسے معاوضے میں سڑی ہوئی مچھلی، گھُن لگی مکئی
پھٹے ہوئے چیتھڑے اور خیرات جیسے پیسے ملتے ہیں
اور جس کی پہلے سے دُکھتی ہُوئی پیٹھ پر مار لگائی جاتی ہے
کون ہے وہ —— ؟
کون باجرے کی فصلیں اُگاتا اور سنگترے کے جھُنڈ میں پھُول کھلاتا ہے
کون ہے وہ —— ؟
کون روپیہ کما کر آقا کو دیتا ہے کہ وہ اس سے کاریں، مشینری، عورتیں
اور نیگرو غلام خریدے
کون سفید فاموں کو متموّل بناتا ہے اُن کی توندیں موٹی کرتا ہے
تاکہ وہ مزید دولت کما سکیں
کون ہے وہ -!
اور پرندے جو نغمے گاتے ہیں
ندیاں جو اپنی دھن میں بہتی ہیں
اور تیز ہوا جو اندرونی علاقوں میں چلتی ہے
جواب دے گی ——

ہم سیاہ فام !
اور کچھ نہیں تو کم از کم مجھے کھجور کے درخت پر چڑھ ہی لینے دو
مجھے اس کی شراب ہی پی لینے دو
تاکہ میں اس کے نشے میں بدمست ہو کر بھول سکوں
کہ میں ایک سیاہ فام ہوں

---

# محبّت کی ایک نظم

جب بھی مَیں دوبارہ سورج کی روشنی دیکھوں گا
(جو آج میرے لیے ممنوع ہے)
تو اے میری جان
پھولوں اور پھلوں کو اپنی مسکراہٹوں کی ڈوریں باندھ کر
ہم امن کی ہوائیں ایک دوسرے کے ساتھ چلیں گے
ان پُرپیچ اور چمکدار راہوں پر
اِن ستاروں سے بھری پہاڑیوں میں
اور اِن جگمگاتے ہُوئے خوابوں کے جلو میں
ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سفر کریں گے
ہم گیت گائیں گے

ایسے گیت جو ہمیں یاد ہیں
اور وہ بھی جو ابھی ہم نے یاد نہیں کیئے
جب بھی مَیں دوبارہ سُورج کی روشنی دیکھوں گا
(جو آج میرے لیے ممنوع ہے)
تو اے میری جان
ہم اُن بے نام لوگوں کی بے شمار قبروں پر جاکر ماتم کریں گے
اور روئیں گے جو ہم سے جُدا ہو چکے ہیں
ایک مستمر مایوسی کے آشوب میں، بغیر جنازے اور بغیر عزاداری کے
سُورج کی اُس روشنی میں

(جو آج ہمارے لیے ممنوع ہے)
ہم جائیں گے میری جاں
ہم جائیں گے اور انہیں بتائیں گے
ہم انہیں بتائیں گے کہ میں لوٹ آیا ہوں، ہم لوٹ آئے ہیں
اور ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اُن کی بے نام اور بے شمار قبروں سے بھی
محبت کرتے ہیں
جب میں دوبارہ سورج کی روشنی دیکھوں گا (جو آج میرے لیے ممنوع ہے)
تو میری جان ہمارے پرچم بلند ہوں گے۔ کیونکہ آزادی اِسی فصل کا ایک پھل ہے
ہم مکئی کا ایک گچھا توڑیں گے اور رفتگاں کو
تازہ پھولوں اور رنگوں کا تحفہ دیں گے
اور جو زندہ ہیں اُنہیں اپنے ایقان کی قوت نذر کریں گے۔
ہم آگے بڑھیں گے، میری جان
تاکہ اپنے بچوں کے کھیلنے کے لیے آسمان کی نیلی چادر
پر ایک قوسِ قزح کھینچ سکیں

بارش آ ۔ بارش آ
(بارش آگے نکل جاتی ہے)
اے تخلیق کے سرچشمے
میرے باپ کے کھیتوں پر برس
ہم بارش کا سواگت کرتے ہیں
ہم سورج کا استقبال نہیں کریں گے
ہاں میری جان ہم آگے بڑھیں گے
جب میں لوٹ کر آؤں گا تو ہم آگے بڑھیں گے
زنجیریں ٹوٹ جائیں گی
اور ہم سب مل کر ایک ناقابلِ فنا زندگی اُگائیں گے
سربلند اور مستحکم فصلوں کی ہریالی میں ـــ!
دل موہ لینے والے پرندوں کی چہچہاہٹ میں!
گھروں کو لوٹتے ہوئے مردوں کی آہٹ میں!
بارش کے حمدیہ گیت میں جس سے زمین ایک نیا جنم لے گی!
اور پُرعزم لوگوں کے مضبوط اور بڑھتے ہوئے قدموں میں!
میری جان!
ہمارے وطن کے دامن پر نئے رنگوں کی جھالریں جھلملائیں گی
ہم کپاس کے ان گنت درختوں میں بوسوں اور مسکراہٹوں سے ایک نئی زندگی بُنیں گے
اور میلوں کی پُرشور موسیقی کے آہنگ میں
جھومتے ہوئے آگے بڑھیں گے
ہم آگے بڑھیں گے ـــ میری جان!

---

# پرچم کشائی

جب میں اپنے وطن لوٹا تو میرے شہر سے چھتنار درخت ختم ہو چکے تھے
اور تم بھی — لوسیو — میرے دوست ! !
میری زمین کے معصوم اور تسکین بخش گیت
اور لوک گیتوں کی روح پرور موسیقی کھو چکی تھی
اور تم بھی دم توڑ چکی تھیں
اے میرے آبا کی مقدس باز گشت
تم جو میرے بزرگوں کے مزاروں سے ہمیں درشن دیتی تھیں
تم بھی !
اور تمہارے ساتھ وہ سب کچھ بھی فنا ہو چکا تھا جس کا وجود تم سے عبارت تھا
وہ دانشور، اجتماع اور مشاورتیں

اور وہ لوگ بھی جو بے وجہ اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ گئے
میں ایسے وقت میں وطن لوٹا جب ہر طرف ہیجان تھا
ایسا ہیجان جس میں ہر چیز اپنی ابتدائی اور نامکمل حالت میں ہوتی ہے
جب زمین بارشوں سے جل تھل ہو جاتی ہے
اور پودے اپنے رنگوں اور نمو کی قوت سے منور ہو جاتے ہیں
مَیں غلّے کو زمین سے نکالنے کے لیے آیا تھا
غلّہ جو انسان کی تخلیقی قوت کا عظیم اور پُر مسرت گیت ہے
جب مَیں اپنے وطن لوٹا
تو ظلم اور بے بسی کے پُر جوش اور تند سیلاب نے
شہر کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا تھا
مکافات کا عمل اپنی ابتدا کے لیے منتظر تھا
اور بچوں کے قہقہے نابود ہو چکے تھے
اور تم بھی ۔ میرے پیارے بھائیو اور دوستو
ہاں تمہی تو تھے میرے دوست !
ہزاروں لاکھوں دوست
(جن میں سے کچھ ہمیشہ کے لیے جا چکے تھے)
زندگی کے لیے موت کی اِس بازی میں فتح یاب ہو کر مجھ سے دُور جا چکے تھے
جب میں اپنے وطن لوٹا
تو میں نے لوگوں کو پہلے سے زیادہ مستعد پایا
جیسے وطن میں کوئی عظیم واقعہ رُونما ہونے والا ہو
طالب علم پہلے سے زیادہ پڑھ رہے تھے
سورج پہلے سے زیادہ روشن تھا
بوڑھوں میں ایک نوجوان متانت جنم لے چکی تھی
یہ اُمید سے آگے کی کوئی چیز تھی ۔ یہ تیقن تھا

یہ اچھائی سے آگے کی کوئی چیز تھی - یہ محبت تھی
مردوں کے بازو
سپاہیوں کے عزم
اور شاعروں کے خواب
سب پہلے سے زیادہ بلند اور توانا ہونے کی تگ و دو میں ہیں
اور شہیدوں کی یادوں سے مل کر
آزادی کے جھنڈے کو اونچا بہت اونچا رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں

---

# بے منزل سفر

میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی انتہائی گرم شام کو غروبِ آفتاب کے وقت
اس ڈھلوان کے اُوپری کنارے پہ رکھے کسی بنچ پہ دیر تک بیٹھا رہوں
شاید کوئی آئے اور میرے ساتھ بیٹھ جائے
میں سیاہ چہروں کو آہستگی کے ساتھ اِس ڈھلوان پہ چڑھتے دیکھوں گا
جن کی گفتگو میں اُن کی محرومیاں جھلک رہی ہوں گی
مَیں اِن غلاموں کے، اِن غلام زادوں کے تھکے ہوئے قدموں کو دیکھوں گا
جو محبت اور کامیابی کی تلاش میں دربدر بھٹک رہے ہیں
اُن کے پیمانوں میں نہ خوشی ہے اور نہ نفرت
صرف ایک بدمستی ہے جو ہر جام کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے

اور شام ڈھلنے پر، جب روشنیاں جگمگائیں گی
تو میں یہ سوچتا ہُوا کسی طرف کو چل پڑوں گا
کہ ہماری زندگی کتنی سادہ ہے
اتنی سادہ کہ سوائے چلتے رہنے کے ہمارے پاس کوئی کام نہیں

وہ جو تھک چکے ہیں
اُن کے لیے بھی ابھی ایک لمبی مسافت باقی ہے

---

# ایجاد کر سکتے ہو تو محبّت ایجاد کرو

تمہاری دسترس میں ہیں
روحیں، عضلات اور حواس
انسان اور بے شکل مادہ
تم ان سے نت نئی چیزیں ایجاد کر سکتے ہو
کرو اور اپنی آنکھیں خشک رکھو

تم جنگلوں میں آلودگی سے بچاؤ کے لیے حفاظتی تدبیریں اختراع کر سکتے ہو
تم کوڑے کی وحشی قوت میں اضافہ کر سکتے ہو
تم چرے ہوئے درخت کے تنے سے خوشبو کشید کر سکتے ہو
کرو اور اپنی آنکھیں خشک رکھو

تم ایجاد کرو گے
جنگی کلہاڑوں سے ستارے اور
بچوں کے آنسوؤں سے امن
تم غلامی کے آنسوؤں اور پسینے اور غلاموں کی نفرت سے امن تخلیق کرو گے
تم امن ایجاد کرو گے
کرو اور اپنی آنکھیں خشک رکھو

تم غلامی کی شاہراہ سے آزادی کا رستہ نکالو گے

تم محبت کی آزاد اور کھلی سڑکوں پر محبت کو زنجیریں پہناؤ گے !
تم سُولیوں پر جھولتے ہُوتے تڑے مڑے جسموں سے مسرت کے نغمے ایجاد کرو گے !
کرو —— !!
اگر تم واقعی کچھ ایجاد کر سکتے ہو
تو محبت ایجاد کرو
اور اپنی آنکھیں خشک رکھو

---

# شام کے سائے

خزاں آلود آسمان پر
سورج نے اپنا سُرخ سیّال سے بھرا مرتبان اُلٹ دیا ہے
آج وہ زمین سے سخت برہم ہے
مَیں آسماں کے دامن پر سورج کو
روپے سے بنے ہوئے روپے جیسے ایک بھاری پیغام کی صورت میں چھوڑ کر جا رہا ہوں
میرے لوگوں کا یہ پیغام میری طرف سے انہیں دے دو
کہ مخالف ساحل سے ایک نامختتم رسوائی کا شور ہماری طرف بڑھ رہا ہے
اور میرا دل جو زندگی بھر میرا ساتھ دیتا رہا ہے، ڈوب رہا ہے
میں اس ڈوبتے ہوئے سورج کو اب دوبارہ کبھی نہیں دیکھ سکوں گا
روشنی سایوں کے محیط میں لڑکھڑا رہی ہے

وہ کیا چیزیں ہیں !
جنہوں نے میرے وجود کے سمندر کو
رخصت کے اس لمحے میں اپنی گرفت میں لے رکھا ہے
اور میری روح پر حاوی ہو رہی ہیں

یہ اُس خوف کے سائے ہیں
جو ہمارے اُن ہزاروں وعدوں پر محیط ہیں
جنہیں ہم چاہیں تو پُورا کر سکتے ہیں — !!

---

# اپنی زمین کے گیت گاؤ

رات کے حصار میں
میرا باپ مجھے دُور دراز کے پرہجوم شہروں کے قصّے سناتا ہے
یہ کہانی وہ مجھے ہر اُس رات کو سُناتا ہے جب گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا
اور یہ راتیں تعداد میں اُتنی ہی ہوتی ہیں جتنے سال کے دن

رات کے حصار میں
ماں مجھ سے نئی قمیض کا وعدہ کرتی ہے
قمیض جو مئی کے تہوار پہ مجھے دی جائے گی
میری ماں مجھ سے ہر بار وعدہ کرتی ہے
مگر آج تک وہ ایک بھی وعدہ پُورا نہیں کر سکی

رات کے حصار میں
جب بھوک کے پیٹ کلبلاتے ہوئے کیڑوں سے بھر جاتے ہیں
تو ہم دائرے کی شکل میں رقص کرتے ہوئے گاتے ہیں
"اے چاند ہمیں کچھ گوشت اور دودھ اُدھار دے دے
ہم تجھے واپس کر دیں گے"

آہ! غلام لوگوں کے خواب! جو خود کو آزاد تصور کرتے ہیں
آہ! اُن بچوں کے خواب، جو سمجھتے ہیں کہ وہ چاند کو دھوکہ دے لیں گے

غلاموں کا جہاز آ پہنچا ہے
غلاموں کا جہاز ایک بار پھر آ پہنچا ہے

ہر صبح، یہ جزیرہ قحط سے مرتا ہے اور ہر رات یہ اپنی زندگی کے بطن
سے دوبارہ وہی جنم لیتا ہے

اے گٹار سے اُبھرتے ہوئے غم آلود نغمو!
اے بھٹکی ہوئی بے ٹھکانہ آوازو!
تم ستاروں سے کیا کہنا چاہتے ہو!!
ماؤں کی چھاتیاں سُوکھ چکی ہیں
مَردوں کے جسم تشنج اور تکلیف میں مبتلا ہیں
اور خوراک کے گودام اُن کی دسترس سے دُور ہیں

اے سیہ فام لوگوں کی آوازو!

جن کے چہروں کے خول تکلیف کی شدت سے تڑخ رہے ہیں
زندگی تمہیں زمین کے لیے نغمے گانے پر اُکسا رہی ہے۔ زمین کے لیے گاؤ
اپنی زمین کے لیے گاؤ
اپنی زمین کے گیت گاؤ

---

# جنگ کا گیت

اب میری نیند سفید کفن میں ہو گی
جنگ مرد، بچوں کے سر پر کھڑی ہے
اب میری نیند سفید کفن میں ہی ہو گی
بچوں کو، سردار کو اور اُس کے آدمیوں کو آگے بڑھنے دو
سفید فاموں کی توپوں کو گرجنے دو
ہم آگے بڑھ رہے ہیں
اور اب ہم سب سفید کفن میں ہی آرام کریں گے
ہمارے بڑھتے ہوئے قدموں کی دھمک سے زمین کانپے گی
جنگ ہمارے گھروں تک آپہنچی ہے
جو بزدل ہیں وہ پیچھے ہٹ جائیں اور عورتوں کے ساتھ گھروں میں رہیں

لیکن یاد رہے کہ ہمارے میدانِ جنگ میں جانے کے بعد جس کسی نے
ہماری عورتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا
واپسی پر ہم اُس کے لیے موت کی سوغات لے کر آئیں گے
(کیا کسی نے کبھی سُنا ہے کہ سانپ نے بچے کو
اُس کی ماں کے سامنے کاٹ لیا ہو!)
جنگ ہم پر مسلط کر دی گئی ہے اور دشمن ہمارے سروں پر آپہنچا ہے
مردِ بچوں پر اُس کا مقابلہ فرض ہو گیا ہے
سفید فاموں کی توپوں کو گرجنے اور اُن کے دھوئیں کو ہم پر چھانے دو
ہم سر ہتھیلی پر رکھ کر اس جنگ میں اُترے ہیں

ہمیں میدانِ جنگ میں جان دینی ہے کیونکہ
ہم نے مرنے کے لیے اسی جگہ کا انتخاب کیا ہے
ہماری توپیں ہمارے ساتھ ہی خاموش ہوں گی اور ہمارے تیز دھار
خنجر آخری دم تک ہمارے ساتھ رہیں گے
ہم نے مرنے کے لیئے مَیدانِ جنگ چُن لیا ہے :

---

# آؤ — اپنے ہونے پر فخر کریں

مغرب کی طرف سے طاقت ور غضب ناک اور بے رحم ہوائیں چلتی ہیں
اِن کی زد سے کوئی بھی شے نہیں بچتی
یہ ایک جارحانہ تیزی اور مجنونانہ دُھن کے ساتھ افریقہ پر اپنا تہذیبی تسلط
جمانے کے لیے بڑھ رہی ہیں، ہم اتحاد کی برکتوں کے منکر نہیں ہیں لیکن
ہمیں اپنی تہذیب کی حفاظت یک جہتی کے ساتھ کرنی چاہیئے
ہمیں جرأت کے ساتھ اپنے تہذیبی آثار کی حفاظت کرنی چاہیئے
ہمیں اپنی اُن شاندار روایات کی عظمت کو بڑھانا ہے
جو ہمارے جسم و جان میں خون کی طرح موجزن ہیں
اپنے ماضی، اُس کی قوت اور انفرادی تشخص سے انکار کر کے تم افریقہ کو
ایک ایسے آشوب میں مبتلا کر دو گے جہاں ناکسی

کمزوری اور رُوحانی بحران کے سوا کچھ نہیں
اپنے موسم گرما اور ان بہاروں سے منہ نہ موڑو جن کے ماتھے پر سورج کی
مہربان روشنی افشاں لگاتی ہے
اپنے گیتوں اور رقصوں کو پاؤں تلے مت روندو
اپنے افریقی چوغوں اور بجسوؤں کو نام نہاد سبک روی کی خاطر
مٹی میں نہ ملاؤ
یہ تمہارے لوگوں کی خوشیوں اور مسکراہٹوں کے امین ہیں
ان پر فخر کرنا سیکھو
اپنے خوبصورت ملک کی حفاظت کرو
جسے اگلے وقتوں میں مسلسل تضحیک کے طرزِ عمل نے بے وقار کر رکھا تھا
تاریخ کی اس رات میں آؤ ہم نیگرو بن کر جینا سیکھیں
میرے دوستو! میرے تمام افریقی دوستو!
آؤ ہم سب اپنی تہذیب کے سرچشمے سے سیراب ہوں
کیونکہ ہمارے تمام پائدار رشتوں کی بقا اسی میں ہے!

# تمہارے قریب

تمہارے قریب آ کر میں نے اپنے نام کی بازیافت کی ہے
میرا نام جو مدت سے فاصلوں کی دل گداز تلخی کے دامن میں چھپا ہوا تھا
میں نے اپنی کھوئی ہوئی آنکھیں دوبارہ پالی ہیں اور اب اُن میں بخار کی وحشت نہیں ہے
تمہاری ہنسی نے شعلے کی طرح تاریکی کی دیوار میں رخنے ڈال دیئے ہیں
اور ماضی کی برف ہٹا کر میرا افریقہ مجھے لوٹا دیا ہے

میری جان !
گذشتہ دس برسوں کی تمام صبحیں واہموں سے پُر اور شکستِ خواب کی مظہر تھیں
میری نیندیں شراب کی بدمستی سے آلودہ تھیں
اور ان دس برسوں میں دنیا نے قطرہ قطرہ درد میرے وجود میں انڈیلا ہے

لمحۂ موجود کا درد، جس میں آنے والے کل کی مہکار تھی
اور جس نے محبت کو ایک دریائے ناپیدا کنار بنا دیا تھا
تمہارے قرب میں، میں نے اپنے خون کے گیت کی بازیافت کی ہے
اور دلوں کے گلے میں خوشیوں کے ہار ڈالے ہیں
دِن، جو آنے والی زندہ مسرتوں سے دمک رہے ہیں :

---

# افریقہ کی پکار

کوئی ہمیں بچاؤ، افریقہ بکھر رہا ہے
سفید فام کچھ کہتے ہیں —— افریقی کچھ اور کرتے ہیں !
جد و جہد —— جوابی جد و جہد
سیاہ فام لوگ بالادستی حاصل کر رہے ہیں - !!
کوئی ہمیں بچاؤ —— افریقہ بکھر رہا ہے

کوئی ہمیں بچاؤ — افریقہ برباد ہو رہا ہے
گذرا ہوا کل سامراجی شکنجوں سے عبارت تھا
سفید فام بالادست تھے اور افہام و تفہیم کی گنجائش نہیں تھی
آج قوم پرست افریقی اپنے آپ کو آزاد کرا رہے ہیں

موت — موت ہی موت ، خون کا دریا
کوئی ہمیں بچاؤ — افریقہ برباد ہو رہا ہے

کوئی ہمیں بچاؤ ، افریقہ لٹ رہا ہے
سونا ، ہیرے ، تانبا ، چاندی ، ٹین لکڑی
سب کچھ سفید فام اپنے ملکوں کو لیے جا رہے ہیں
افریقی گنگ اور ششدر ہیں
کسی میں لب کشائی کا حوصلہ نہیں
کوئی ہمیں بچاؤ — افریقہ لٹ رہا ہے
کوئی ہمیں بچاؤ کہ افریقہ بوجھ سے پستا جا رہا ہے
آئے دن سفید فام لوگ اپنے سرد ملکوں سے
زرخیز ، خوشگوار اور دولت سے معمور افریقہ کی طرف آتے ہیں
اور یہاں کے غریب لوگوں کو تپتے ہوئے صحراؤں کی طرف دھکیل دیتے ہیں
اُن کی مادرِ وطن سفید سامراج کی اسیر ہے
کوئی ہمیں بچاؤ کہ افریقہ اِس بھاری بوجھ سے پستا جا رہا ہے

کوئی ہمیں بچاؤ کہ افریقہ مفلسی کے آخری کنارے پر ہے
سفید فام ہماری ساری دولت لُوٹ لے گئے ہیں
غریب افریقی عوام تہی دست ہیں
اُن کے حصّے میں بھوک ، بیماری اور مشقت کے سوا کچھ نہیں
سفید فام موٹا ہو رہا ہے افریقیوں کی پسلیاں نکلی آ رہی ہیں
سفید فام مزے کر رہا ہے افریقی نوحہ بلب ہے
کوئی ہمیں بچاؤ افریقہ مفلسی کی دہلیز پر ہے

افریقیو اُٹھو کر سفید فام بڑھتے چلے آ رہے ہیں!
وہ افریقیوں کو سیڑھیوں کی طرح استعمال کرتے ہیں
اور انہیں اُن کی مفلسی جہالت اور پس ماندگی میں بے یار و مددگار چھوڑ کر
اُوپر ہی اُوپر چڑھتے جا رہے ہیں
کوئی ہمیں بچاؤ کہ سفید فام بڑھتے چلے آ رہے ہیں

کوئی ہمیں بچاؤ کہ افریقہ محبوس ہے
عظیم افریقہ اپنی قوت کے ساتھ جاگ!!
آگے بڑھو اور سب زنجیریں توڑ دو
منتقم مزاجی سے نہیں صبر سے اپنے وطن کو آزاد کراؤ
کوئی بچاؤ کہ افریقہ جکڑا ہوا ہے

مدد کہ افریقہ کے بہادر سپوت کھو گئے ہیں
بے شمار جہاز اُنہیں اپنے دامن میں بھر کر "نئی دنیا" کی طرف لے گئے ہیں
تاکہ وہ ایک مستقل غلامی میں زندگی بسر کریں اور افریقہ خالی ہو گیا ہے
کچھ نیکدل لوگوں نے انسانی ہمدردی کے تحت انہیں آزاد تو کر دیا ہے
مگر افسوس کہ گھر سے اُن کا رابطہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا ہے
اے ان گنت سیاہ فام لوگو اپنے کھوئے ہوئے عہدِ عافیت
اور اپنی واپسی کے لیئے دعائیں مانگو
مدد، کہ افریقہ کے بیٹے اُس سے ہمیشہ کے لیے چھن گئے ہیں

مدد کہ ہمارے جیالے تیزی سے ختم ہو رہے ہیں
اب وہ باوقار، مستغنی اور ذہین فرزندانِ افریقہ کہاں ہیں!

عظیم دوما اور عظیم سیاستدان لوتھر
افریقہ کا مشہور جیالا ایگری اور عظیم زولو ہیں؟ بادشاہ چاکا اب کہاں
اور وہ دوسرے عظیم لوگ جو ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہیں
مدد اے افریقہ کہ تیرے فرزند تیزی سے نابود ہو رہے ہیں

اُٹھو اے افریقہ کے بیٹو، تمہاری مادرِ وطن تباہ ہو رہی ہے
کیپ سے قاہرہ تک اور ڈیکر سے زینبزیبار تک سب علاقے ہلاکت کی زد میں ہیں
اُٹھو اور سفید فاموں کی بربریت کو مار مار کر اپنی سرحدوں سے نکال دو
غلامی بہت ہو چکی، اب آزادی کی طرف پیش قدمی کرو
اُٹھو اے افریقہ کے بیٹو تمہاری مادرِ وطن لُٹ رہی ہے

کوئی افریقہ کی مدد کرے
یہ مدد کی گھڑی ہے
کون ایسا بہادر ہے جو اس کا بیڑا اُٹھائے گا!
اُٹھو اور اِس سے پیشتر کہ سب کچھ فنا ہو جائے ہماری مدد کرو
اُٹھو اور بدقسمتی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے میں ہماری مدد کرو

---

# تشخّص

سٹیڈیم —— چارلس ڈیگال —— اینی پیلیون
سڑکیں —— ڈی لورم —— وکٹر بلاٹ
کیسی اچھی تقدیر ہے اِن غیر فانی لوگوں کی
اچھّے اور عظیم لوگ

بچّے، جب تم سکول جاتے ہو تو وہ تمہیں کیا پڑھاتے ہیں !

یہ دُور دراز کے نام !!

تمہارے ملک کے ! تمہاری روحوں کے باطن کے - تمہارے ماضی کے !

اچھا تو پھر ہمارے سیاہ فام ہیرو کہاں ہیں ؟

بہان زِن —— گبورا —— ٹافر

ہوش کرو میرے ذمہ دار رہنماؤ

ہماری سڑکوں اور سٹیڈیموں کو نیا بپتسمہ دو

اس نوآبادیاتی لعنت کو ختم کرو
اپنے بہادر جنگجوؤں کی توقیر کرو
پیرس میں بہان زن کے نام پر کوئی چوک نہیں
مارسیلز میں گیورا کے نام کی کوئی سڑک نہیں
نائس میں ٹافہ کے نام پر کوئی سٹیڈیم نہیں
ہوش کرو اور اپنی آزادی کو معنی دو
ان ناموں کو ترک کر دو
جن میں کوئی بازگشت نہیں —— درست ہے کہ
ڈیگال، پلیون اور ریلاٹ اچھے اور بڑے آدمی تھے۔
لیکن اُن کے دامن پر سیاہ رات کے دھبے ہیں۔
اُس سیاہ رات کے جو ظلم اور دُکھ سے عبارت تھی
جس کے لمحے گولیوں سے آلودہ تھے اور جس میں بچوں کے آنسوؤں میں ملے ہوئے
خون کے قطرے بندوق کی مکھی کا کام دیتے تھے
اپنی سڑکوں اور سٹیڈیموں کو نیا بپتسمہ دو
تاکہ آزادی اور وقار کے سورج کی روشنی میں زندہ نام جگمگائیں
زندہ نام!
جو جرأت اور شرافت سے لبریز ہیں
نام!
جن کی جڑیں ہماری تہذیب اور تمدن میں ہیں
اپنے ماضی کی راکھ سے
اور نامور لوگوں میں سے وہ نام ڈھونڈو اور انہیں روشنی دو
جو ہمارے اپنے ہیں
اس نوآبادیاتی لعنت سے نجات پاؤ
اور عظمت کے تصوّر کو ایک نیا بپتسمہ دو:

---

# رحم کی اپیل

ہم تمہارے مزار پر سجدہ گزارنے کے لیے آئے ہیں
ہم جو اس زمین کے بیٹے ہیں
ننگ دھڑنگ چرواہا حفاظت سے بھیڑوں کو گھر واپس لے آیا ہے
اور اپنی بانسری کے ساتھ خاموش اور چُپ چاپ کھڑا اپنی پلکوں
سے بارش کے قطرے صاف کر رہا ہے
پرندے اپنے گھونسلوں میں انڈوں پر بیٹھے ہوئے
اپنے اَن گائے نغموں کے ساتھ پَو پھٹنے کے منتظر ہیں
سائے ساحلوں پر سمندر کی چھاتی سے ہونٹ
پیوست کیے دم بدم بڑھ رہے ہیں
کسان دن بھر کی مشقت کے بعد الاؤ کے گرد بیٹھے پُرانی کہانیاں سُنا رہے ہیں

ہم اس زمین کے بیٹے تمہاری درگاہ پر
ناشنوا التجائیں کرتے ہیں
حالانکہ ہمارے سینے نغموں سے پُر ہیں
اور ہمارے ہونٹ دُکھ کی شدت سے کانپ رہے ہیں
جگنو ستاروں سے مقابلہ کرتا ہے اور الاؤ کی آگ سورج سے
کشکول میں بھرا ہوا پانی عظیم دریاؤں سے نبرد آزما ہوتا ہے مگر ہم
مگر ہم اپنی مفلسی اور بے چارگی کا کشکول پکڑے
ایک آقا کے در پر منتظر کھڑے ہیں۔

---

# رخصت کا گیت

پیاری ماں
(او بچھڑے ہوتے بیٹوں کی سیاہ فام ماؤں میں سے ایک ماں)
تم نے مجھے انتظار اور امید کا درس دیا
مسلسل تباہی کے ہر ایک لمحے کے دوران تم نے مجھے یہی درس دیا
لیکن میرے اندر
زندگی نے اُس پُراسرار اُمّید کو رَدّ کر دیا ہے
میں مزید انتظار نہیں کروں گا
کیونکہ یہ تو میں خود ہوں جس کا انتظار کیا جا رہا ہے
اُمید تو ہم خود ہیں
اُمید تو ہمارے وہ بچے ہیں جو زندگی کی حرارت سے معمور عقیدوں کی طرف
رواں دواں ہیں

اُمید تو یہ جھاڑیوں میں پلنے والے ننگ دھڑنگ بچے ہیں
کھلنڈرے بچے جو تعلیم سے محروم چیتھڑوں سے بنی گیندوں سے کھیلتے ہیں
ہم جو تپتی دوپہروں میں کافی کے کھیت میں روٹی کے لیے خون پسینہ
ایک کرتے ہیں

ہم جاہل سیاہ فام
جن پر سفید فام کی تکریم اور مال دار کا خوف واجب ہے
اے مادرِ وطن ہم تیرے "دیسی" بیٹے ہیں
جن کے گھروں میں بجلی کی روشنی نہیں پہنچتی
جہاں موت کی تال پر نشے میں دھت لوگ مسلسل مرتے رہتے ہیں
تمہارے لوگ ـــــ تمہارے بیٹے
جو بھوکے ہیں پیاسے ہیں اور جو تمہیں ماں کہنے پر شرمسار ہیں
جو اِنسانوں سے خوف کھاتے ہیں
اور گلیوں سے گذرتے ہوئے کسی انجانے ڈر سے کانپ کانپ اُٹھتے ہیں

یہ ہم ہیں ماں
جن میں زندگی کی امید نے ایک نیا جنم لیا ہے ؛

---

# سر پھرے لوگ

ہو سکتا ہے ہم سر پھرے لوگوں کا ایک گروہ ہوں
لیکن ہم شاعروں کے بدن ہی لوہار کا وہ لوہا ہیں
جس پر پڑنے والی ضربوں سے
ایک نئی اور تازہ، منزلِ عوام صورت پذیر ہو گی !
ہم اپنی جان دے کر ایک نئی اور سچی منزل حاصل کریں گے
اور نہ صرف اجنبی حاکمیت کی زنجیریں
اپنے وجود کا بلیدان دے کر توڑیں گے بلکہ اپنی زخمی اور دریدہ
انگلیوں سے روشنی اور انسانی حقوق کے لیئے آخر دم تک جدوجہد کرتے
رہیں گے

خدا مجھے سچائی پر چلنے کے لیے طاقت، جرأت اور ہمت دے!

بہادروں کی رُوحو!
(جو علم، سچائی اور آزادی کی خاطر جان سے گذرے ہیں)
اور غلام آبا کی رُوحو!
(جو آزادی کی تلخ اور گراں قیمت سے آگاہ تھے)
مجھے حوصلہ اور قوت دو
مجھے بھی پکے ہوئے اور زخمی پھل کی طرح بنا دو:

---

# انکشافِ ذات

ایک وقت تھا کہ اپنی مفلوک الحال سیہ فامی کے باوجود
تم ایک اَن تھک مزدور تھے !
ایک وقت تھا کہ تھکا دینے والے ظلم سہنے کے باوجود
تم ایک اَن تھک تخلیق کار تھے !
پھر چاروں طرف سے غنیم اُمنڈے اور تمہارے گھروں میں در آئے
اور تب تم پہلی بار
اپنی زندگیوں میں پہلی بار اپنے آقاؤں سے منحرف ہونے پر مجبور ہوئے
تمہارے کندھوں پر زوال کا بھاری بوجھ تھا
لیکن تم ایک جوشیلے رضا کار کی طرح
ایک والہانہ جذبے کے ساتھ شہادت گاہ کی طرف بڑھے

مجھ سے مت پوچھو کہ میں تمہارے اس عظیم
اور ناقابلِ اظہار دکھ کے بارے میں کیا سوچتا ہوں
اے شریف محنت کش
اے دُھند میں لپٹے ہوئے عظیم سیہ فام
تم سچ کی وہ عظیم قوت ہو جو ازلی دانش میں گندھی ہوئی ہے
بدی کی کائنات میں رعد کی طرح گونجو اور اسے جھنجھوڑ کر رکھ دو
اپنے لیے سچائی اور خاکساری کا ایسا راستہ تراشو
جو انکشاف ذات کی لافانی منزل کی طرف جاتا ہے۔

---

# مادرِ وطن افریقہ کے لئے ایک نوحہ

مَیں سرحد کے اُس پار سے
(جہاں آسمان اور زمین
جھلساتی ہوئی حدّت اور تپش کے درمیان ایک دوسرے سے ملتے ہیں)
اپنی ماں کی چیخ سنتا ہوں
وہ پورے استحکام کے ساتھ برسرِ پیکار ہے
اور اُن چوروں کو برسرِ عام بُرا بھلا کہہ رہی ہے
جنہوں نے بندوقوں اور بموں کے زور سے
اُس کے وطن پر قبضہ کر رکھا ہے

اِس دُور افتادہ چیخ کو سُنو

جو کبھی تیز ہو جاتی ہے
اور کبھی تشدّد اور دُکھ کی وجہ سے ڈوب ڈوب جاتی ہے
وہ چوروں سے ایک نا مختتم جنگ لڑ رہی ہے
اور چلّا چلّا کر انہیں اُن کے ظلم سے آگاہ کر رہی ہے
اُس لوٹ مار اور قتل و غارت سے
جو اُنھوں نے اپنے ہمسایوں پر اپنے چارے کے لیے شروع کر رکھی ہے

ہَوا کے دوش پر بلند ہوتی ہوئی اس چیخ کو سنو
اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لو
میری محصور ماں شدّتِ تکلیف سے اپنی زبان
کو دانتوں سے کاٹ رہی ہے
لیکن وہ اپنے عہد میں مضبوط اور مستحکم ہے
وہ اپنی پوری طاقت سے چلّاتی ہے
ایک ایسے چوزے کی طرح جسے چیل نے پکڑ لیا ہو
(ہمیں کم از کم چیل کی طرف ایک پتھر ہی پھینک دینا چاہیئے)
اِس اندوہناک پکار کے برعکس
بدمعاشوں اور غاصبوں کا ایک گمراہ کُن شور بلند ہوتا ہے
"جس طرح ایک مچھلی دوسری مچھلی کی خوراک ہوتی ہے
اُسی طرح ایک بیوقوف آدمی عقلمند کی خوراک بنتا ہے؟"
کیا روٹی کے ایک خشک ٹکڑے اور ایک تمغے کے لیے
اُسے بغیر کسی آرام کے جانوروں کی طرح
اپنے مالک کی خوشنودی اور مفاد کے لیے کام کرنا چاہیئے؟

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے آبا یہاں مدت سے مقیم ہیں

اور یہاں کے لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں
چنانچہ اب اُن کے بچوّں اور جانوروں پہ ہمارا حق ہے
ہمیں سوچنا چاہیئے
کہ وہ کس طرح ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ کام کر سکتے ہیں
اُن کے لیے کپڑے اور چارے کی فکر کرنی چاہیئے
جس طرح ہم گدھوں کے لیے کرتے ہیں
اُن کی نرم خوئی کی ایک خداوندانہ افتخار کے ساتھ سرپرستی کرنی چاہیئے
اور اُنہیں مزید نرم خو اور صلح کل بنانا چاہیئے "

اور اب دُور سے آتی ہوئی اس مسلسل آواز کو سُنو
جو مجھے اور تمہیں بلا رہی ہے
ہم اپنی ماں کو بچائیں یا کھو دیں
فریاد کریں یا طوفان کی طرح حملہ آور ہوں
بدمعاشوں کو ماریں یا انہیں ڈرائیں
اور انہیں دھکیلتے ہُوئے اپنے وطن کی سرحدوں سے نکال دیں
سنو — ہمارے دیوتا مقدس لفظوں میں ہم سے التجا کر رہے ہیں
ہمارے بادشاہوں اور دانشوروں کی روحیں
جن کی دانش اور جرأت کی مدح اور تبلیغ تمام اہلِ علم کرتے ہیں
ہماری بزدلی کے لیے ہم پر لعن طعن کرتی ہیں
اور ہماری شرمناک سرنگونی کا مضحکہ اڑاتی ہیں
جس نے ہمیں اتنا عرصہ بے زبان رکھا ہے
اور ہمارے چہرے پر کم ہمتی نقش کی ہے

اے میری طاقت — بیدار ہو اور دشمن کو نابود کر

میرے اعضا کو مجتمع کر اور ایک ضرب لگا
"تم کاٹو گے یا مارو گے !
چلاؤ گے یا ٹھوکر لگاؤ گے !"
آزادی کی جنگ میں
اُس وقت تک خوف اور رحم کو نزدیک نہ آنے دو
جب تک ہمارے یہ زبردستی کے مہمان اِس کی روشنی
اور اپنے مذموم ارادوں کی شکست کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں
میرے تمام ساتھیوں کو پہچان
اور متحد ہو کر لڑنا اور مرنا چاہیے
کیونکہ جس بے رحم اور عاقبت فراموش دشمن
کے لیے ہم رزق ڈھوتے ہیں
وہ ہماری جان کے درپے ہے اور ہمارے پاؤں کاٹ رہا ہے
نرم خو اور صلح کل رہتے رہتے بہت دیر ہو چکی
کتوں اور گونگوں کی طرح رہتے رہتے بہت دیر ہو چکی
آؤ اب اس ظالم اور اجنبی مہمان
کو اُس کے جیسا ہی میزبان بن کر دکھائیں - !!
اے ہواؤ اور اے ٹوٹتی بنتی ہوئی لہرو، سنو !
پہاڑوں اور غاروں میں واپس جاؤ
اور تمام لوگوں مچھلیوں اور جانوروں کو بتا دو
کہ میں نے اب اپنی بے عمل انگلیوں کو مکّے کی شکل میں تان لیا ہے
اور جب تک یہ آکاس بیل
جو میرے وطن کے پودے کو چاٹ رہی ہے
صفحۂ ہستی سے نابود نہیں ہو جاتی
میں چین سے نہیں بیٹھوں گا —

---

# کوابھانیا۔ ہمارا گاؤں

میں تمہیں بھولا نہیں
میرے پیارے چھوٹے سے گاؤں کوابھانیا
جہاں تیز دھار والی گھاس کے ذریعے میری ناف کاٹ کر مجھے شکمِ مادر سے
جُدا کیا گیا تھا
جہاں میں نے اس دنیا میں اپنی آمد پر خوف کی پہلی چیخ بلند کی تھی
جہاں میں نے اُن خوشبودار پتیوں
کی مہک اپنی سانسوں میں اتاری تھی جو بُری روحوں کو
دُور رکھنے کے لیے جلائی جاتی ہیں اور
یوں سیاہ فام ماؤں کے پیٹ سے جنم لینے
والا ہر بچّہ پیدا ہوتے ہی حبس دم کے عمل سے گزرتا ہے

جہاں میرے آبا اور میرے ماں باپ اپنی زندگیوں کے
مالک اور اپنی زمینوں کے مختار تھے
جہاں وہ سفید فام آقاؤں کو مالیہ اور آبیانہ دینے کی لعنتوں سے محفوظ تھے
جہاں وہ اپنے کھیتوں میں خود کاشت کرتے تھے
اور ہری بھری اور بھرپور فصلیں اُگاتے تھے
تازہ مکئی اور بڑے بڑے پھل
جن کا گودا نکال کر ہم لوگ
چکودروں کا رس اور خربوزوں کی کھیر تیار کرتے تھے
اور طرح طرح کے تازہ رس بھرے اور خوش ذائقہ پھل کھاتے تھے
سفید فام لوگ آزاد شہروں سے آئے
تاکہ اپنے مسلسل اور نا مختتم حکمناموں کے ذریعے اور بھڑکدار وعدوں
ہم سے ہماری آزادی چھین لیں
تمام مقامی لوگ اِس مفلوک الحال اور انسانیت کے ماتھے پر کلنک جیسی
بستی سے فوراً نکل جائیں"
ہم اپنی دُودھ والی بھینسوں کو دوہتے رہے
میں نے بھینس کا تھن منہ میں لے کر
براہِ راست دودھ کشید کیا
ہم نے اپنے مٹی کے برتنوں میں بالائی جمع کی
اور اسے پھٹے ہوئے دودھ میں آمیخت کیا
اور اِس کے بعد مکئی کی تازہ روٹیوں کے ساتھ
سؤروں کی سی اشتہا سے اِن سب چیزوں کو کھایا
زندگی ان دنوں کیسی خوبصورت ہوا کرتی تھی !!
اِس زندگی کے لیے ہماری خواہش اتنی شدید تھی
کہ عیسائی اپنے یسوع اور آسمانی جنّت کی بھی اتنی شدید چاہ نہ کرتے ہوں گے

ہمارے پاؤں اُس دھرتی پہ تھے جو ہمارے بڑھوں کی امانت دار تھی
ہم قحط سالی کے دنوں میں اس زمین کی اپنے نمکین آنسوؤں
سے آبیاری کرتے تھے
اور اس کی فصلوں کو اپنے پسینے سے سینچتے تھے
افسوس، صد افسوس کہ ہماری خوشیاں محض چند روزہ تھیں
کالے بادل بندوقیں ہاتھ میں لیے آسمان پر چھا گئے
اور ہمارے سروں پر مورچہ بندی کرنے لگے

جب میں اپنے بچپن کا تصوّر کرتا ہوں
مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں اپنا سر ایک چٹان کے ساتھ ٹکرا رہا ہوں
چٹان میری چیخوں کے جواب میں ایک پتھریلی خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے
میری خواہش ہے کہ میں ایک دفعہ اُسے اس طرح جھنجھوڑ سکتا
کہ وہ درد سے تڑپ اُٹھتی

میں اپنے آپ کو نیکر اور خاکی قمیض میں ملبوس
اپنے سائے کے ساتھ دوڑ لگاتے ہوئے دیکھتا ہوں
کبھی میں اپنے آپ کو اپنی موٹی بلی "گگو" کی دُم کو پکڑنے کی کوشش میں دیکھتا ہوں
اور پھر میں اپنے بہت سے دوستوں سے ٹکرا کر گرتا ہوں
میرے وہ سب دوست اب اس دنیا میں نہیں ہیں
جب کیکڑے اور مینڈکوں کے سر پر سینگ اُگ آئیں گے
تو ایک دن میں بھی اُن کی صف میں شامل ہو جاؤں گا

میں محسوس کرتا ہوں جیسے لاکھوں تیر میرے دل کو چیر کر نکل گئے ہیں
میری آنکھیں نمکین پانی کی ایک نہر بن جاتی ہیں

مَیں اس بھُربھُری مٹی میں پاؤں جمانے کی کوشش کرتا ہوں
اور اپنے دادا اور دادی کی ٹوٹی ہوئی قبریں دیکھتا ہوں
مَیں اُن کی آوازیں سنتا ہوں
وہ مجھ سے لالٹین جلانے کے لیے کہہ رہے ہیں
ستارے سمندر کی غار میں چھپے ہوئے ہیں
بارش انہیں لینے گئی ہے
اور سمندر شرمندہ ہے کہ اُس نے زمین کو
اپنی طوفانی کڑک کے کوڑوں سے زدوکوب کیا ہے
میں اپنی لالٹین کی مدھم روشنی میں، نیم تاریکی میں بھٹک رہا ہوں
قبرستان میں روشنی ہے
مقبروں کے پتھر بھوتوں کی طرح مسکرا رہے ہیں
وہ میرے لیے ایک الوداعی گیت گا رہے ہیں
"اے دُکھ۔ اے افریقہ کے کالے آدمی کے عظیم دُکھ"

مجھے پتہ ہے کہ وقت کم ہے
سفید آدمی گاؤں کی طرف بڑھ رہا ہے
میرا پیارا گاؤں کوابھانیا موت کے نزدیک ہے
آسیب زدہ قبروں سے اُٹھنے والی آوازیں مجھے تنبیہہ کر رہی ہیں
کہ میں گاؤں والوں کو اس کی خبر کر دوں
لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے
اور پھر یہ بھی ایک صبح ہی تھی
جیسا کہ دستور ہے ہر صبح، صبح ہی کے وقت ہوتی ہے
دوپہر شام یا رات کو نہیں ہوتی

یہ صبح "پریٹوریا" سے ایک تازہ حکم لے کر آئی ہے

کیونکہ احکامات ہمیشہ "پیری ٹوریا" سے ہی آتے ہیں
کیونکہ منہ صرف "پیری ٹوریا" ہی کے پاس ہے
اور سوچنے والا دماغ کیپ ٹاؤن ہے جو یہ فیصلہ کرتا
ہے کہ منہ کو کیا کہنا ہے
دل صرف جوہنسبرگ کے پاس ہے
لوگ کہتے ہیں کہ یہ دل سونے کا ہے — ہوگا
مگر یہ صرف سفید آدمی کے لیے ہوگا
کیونکہ ہم سیہ فاموں کے لیے اس کے پاس مٹی کا دل ہے
اور بے شک ڈربن کے پاس ایک نرم و نازک دل ہے
بہر حال وہ حکم یہ تھا
"تمام مقامی لوگ یہ علاقہ فوراً خالی کر دیں"
گاؤں کے لوگ گروہوں کی شکل میں جمع ہوئے
انہوں نے پے در پے بہت سے جلسے کیے
اور بالآخر متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ وہ "پیری ٹوریا" کے اس
ظالمانہ حکم کی تعمیل نہیں کریں گے
"سفید آدمی پاگل ہو گیا ہے اُس کے دماغ میں
میں گوبر بھر گیا ہے
ہم اپنا گاؤں نہیں چھوڑیں گے

یہ سوموار کی صبح تھی
ہر جگہ سوموار کی صبح خوف اور خدشات سے پُر ہوتی ہے
فوج کے ٹرک شور مچاتے ہوئے آئے
اُن کے چلنے سے چاروں طرف بدبودار گرد
اور پٹرول کا دھواں پھیل گیا
جس کی وجہ سے ہماری آنکھیں آنسوؤں سے

اور ہمارے حلق ایک مکروہ متلی سے بھر گئے
پولیس کے کارندے جنگی لباس میں کود کود کر ٹرکوں
سے نکلے، وہ سرتاپا مسلح تھے
اور اُن کے چہروں پر ویسی ہی خشونت تھی
جیسی اُن سفید فاموں کے چہرے پر ہوا کرتی ہے
جو پیری ٹوریا میں لوگوں کو پھانسیوں پر لٹکاتے ہیں
"وہ بولے ہم نے تمہیں کہا تھا یہاں سے بھاگ جاؤ
چلو بھاگو"
ہم نے گڑگڑا کر کچھ مہلت طلب کی
کہ ابھی ہمیں اپنی فصلیں بونی ہیں
اپنے بچوں کو دوسرے سکولوں میں داخل کرانا ہے
ہم اپنے شوہروں اور بیٹوں کے انتظار میں ہیں
جو جوہنسبرگ کی کانوں میں مشقت کر رہے ہیں
لیکن ہمیں زبردستی بے دخل کر دیا گیا
اور قطار اندر قطار خیموں میں اس طرح لا کر رکھا گیا
جیسے کیمپوں میں جنگی قیدیوں کو رکھا جاتا ہے
اور ہماری آنکھوں کے سامنے بلڈوزروں نے ہمارے گھر زمین سے ملا دیئے

سفید فام لوگو تم ہم پر اتنا ظلم کیسے کر سکتے ہو!
دیکھو یسوع کے نام لیوا اس سفید فام نے ہم پر کیسا ظلم ڈھایا ہے!
سفید فام — ہمارے یومِ انتقام کا انتظار کر
سفید فام — ہم زولو لوگ ہیں پیدائشی جنگجو
ہم اپنے بھالے اُٹھائیں گے اور آخری سانس تک تم
سے جنگ جاری رکھیں گے۔

---

# مجھے ایک دِل اُدھار دے دو

## (ڈاکٹر کرسچین برنارڈ کے نام)

آفرین ہو تم پر اے برنارڈ کے بہادر بیٹے
کہ تم نے انسان کو اُس کا کھویا ہُوا افتخار لوٹا دیا
تم نے ہمیں (قدیم افریقی روایات کے امینوں کو) یہ افتخار دیا
اور ہمیں لامکاں میں "مکان" کی آسائشوں کی بشارت دی
اب ہمارے دل مٹی کے سرد کفن میں لپٹے نہیں رہیں گے
کیونکہ تم نے اُنہیں سفید قبروں میں سجا دیا ہے
اُنہیں اُن خالص سفید لوگوں کے زندہ جسموں میں دھڑکا دیا ہے
جن کی لاشوں کو بھی کوئی سیاہ فام ہاتھ چھونے کی ہمت نہیں کر سکتا

مگر افسوس، پیارے کرسچیئن برنارڈ، میرے عزیز بھائی
ہم بڑی الجھن میں ہیں
کیونکہ ہم یہاں بیٹھے ہُوئے اُس روزِ حساب کے منتظر ہیں
جب سفید جسم سمندروں میں پھینکے جائیں گے
اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارے بزرگوں کی روحیں
جب عجیب عجیب دلوں کو اجنبی جسموں سے
نکلتے ہُوئے دیکھیں گی تو کیا سوچیں گی!
اجنبی دل جو لامتناہی سایوں کے جنگل میں ہمیشہ کے لیے
اپنے گھروں سے دُور ہو جائیں گے
اور پھر قیامت کی صبح کو جب تمام قبریں پھٹیں گی
اور اجنبی جسموں سے انوکھے دل برآمد ہوں گے
تو ہم کیا کریں گے!
میں اُس دن کے بارے میں سوچتا ہوں تو دہشت زدہ ہو جاتا ہوں
جب بے ترتیب اور خلط ملط دل اُچھل کر قبروں سے نکلیں گے
اور اپنے اُن جسموں کو تلاش کریں گے جو اُن کے حقیقی مسکن تھے
اور اس طرح ہر جسم اپنے دل کی تلاش میں سرگرداں ہو گا
اس طوفانِ بے تمیزی اور اس مچھلی بازار میں تم کہاں ہو گے؟
جسموں اور دلوں کی اس تباہ کُن جنگ کے دوران تم کہاں ہو گے؟
اور جنگ کے دُوران بننے والے
خون کے اس تالاب میں تم کہاں ہو گے؟
برنارڈ — اے میرے وطن کے بہادر بیٹے میں بہت پریشان ہوں
کرسچیئن — میرے عزیز بھائی میں سخت اچنبھے میں ہوں:

---

# میں ایک دل کی ترنگ ہوں

میرا دل نازک اور کمزور ہے
ایک ایسا دل جو شدّتِ غم سے بہت جلد گھبرا جاتا ہے
جب میں کہتا ہوں کہ میرا دل نازک اور کمزور ہے
تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ میں اکثر دکھ کے عالم میں رو پڑتا ہوں
ایک دن یہ دل اس شدید غم کے بوجھ سے ٹوٹ کر خاموش ہو جائے گا
اکثر خاموشی اور خود شناسی کے لمحوں میں
میں اپنے دل کی کمزوری پر روتا ہوں۔
اس وقت ہر طرف خاموشی ہے
اور تنہا سائے کونوں میں جمع ہو رہے ہیں
اور کونے کمرے پر چھا رہے ہیں

اور کمرہ میرے گرد پھیلتا جا رہا ہے
میرا دل نازک اور کمزور ہے
اور میرا کمزور دل کونوں میں جمع ہوتے ہُوئے خاموش
اور تنہا سایوں سے بہت گھبراتا ہے
لیکن یہ میرے دل کی ہیئت ہے جو اہمیت رکھتی ہے
نہ یہ کہ وہ کس حالت میں ہے
اور نہ یہ کہ اس کا حجم کتنا ہے
اور تم ہمیشہ میرے لیے بچے ہی رہو گے۔ میرے پیارے مُجتبیٰ
یہی وجہ ہے کہ جب میں کسی نوجوان کو
موت کے آغوش میں سمٹتے ہوئے دیکھتا ہوں
تو میں چلّا اُٹھتا ہوں
کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں میرے ننھّے بچے !
(اور میرے تین بچّے ہیں)
میرا دل نازک ہے لیکن جب وہ مجھ سے پوچھیں گے
"کیا تم مرنے کے لیے تیار ہو"
تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا
کیونکہ میرے دل کی شکل کا ایک پُورا برِاعظم ہے
اور جب میں بچوں کو خوابیدہ دیکھتا ہوں تو اگرچہ
میرا دل کمزور ہے، میں جانتا ہوں
کہ یہ میرا کمزور دل ہی ہے جو مجھے ہر لحظہ
موت کے استقبال کے لیے سربکف رکھتا ہے!

---

# غزہ ۶۷

صحرا کی ریت پر مُردوں کے لاشے ہیں
گھنگھریالے بالوں کا ایک ٹوٹا ہوا دھاگہ
اور خون کے دھبّے !
اسلحہ فروش کی آنکھوں کی تیز چمک کہتی ہے
وہ پھر حملے کے لیے آئیں گے !
عبادت سے فارغ ہو کر اور مُردوں کو غسل دینے کے بعد
ایک اور حملے کے لیے آئیں گے !

ماں !
موت کے سوداگر دروازے تک آ پہنچے ہیں
مجھے جلدی سے ایک بندوق لے دو

# آوازیں

دُور تک پھیلی ہُوئی تپتی پہاڑیوں پہ
میں مہربان سورج سے کہوں گا کہ وہ تمھیں
اپنی لمبی اور مخروطی کرنوں میں محصور کر لے

وادیوں کی بھاری اور سرد آہ
ایک دفعہ پھر رفاقت کے گیتوں میں تبدیل ہوگی
اور کہکشاں کا سنہرا سایہ چٹیل میدانوں پہ پھیل جائے گا

تم مجھے ملوگے
زمین کے بے زمان سایوں کے تلے

جہاں میں لیبٹ کے موسم میں رہا ہوں گا
مترنم بانسریوں کے سنگیت میں
تم اپنے اپنوں کے والہانہ رقصوں میں شریک ہو گے
اور کنول کے پھول پانیوں میں وجد کرنے لگیں گے !

میں نے پہاڑیوں کے در کھول دیئے ہیں
تاکہ رواں زوری پہاڑ کا عظیم حلقہ
تم سے تمہاری تمثیل چرالے
یہاں تک کہ براعظموں کے کف آلود ہونٹ
(لیبیا کے نگوں سار کھجور کے درختوں تک)
بھولے بسرے ہوئے وقتوں کو خواب سے جگا دیں !

زامبیزی دریا کا تھراتا ہوا پانی
اپنی نقرئی چادر پہ تمہارا نام لکھے
اور اسے سمندر کی گونجتی ہوئی آوازوں کی طرف لے جائے ۔

میں تنہا تم سے محبت کرنا نہیں چاہتا
میں تو صرف یہ چاہتا ہوں
کہ جب تم اپنے ان چاہنے والوں کو شمار کرو
تو تمہارے ہونے کی خوشبو
ذائقہ بن کر میری زبان سے چمٹ جائے :

---

# آزادی سے*

ستاروں کی ہیجان انگیز روشنی
جو ہماری تمنّاؤں کو مہمیز دیتی ہے
ہمارے وجود کا ایک ناقابلِ تقسیم حصّہ ہے
اس کے باوجود یہ ہمیں تحریک دیتی ہے
گونجتی ہے اور ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے

کیونکہ !
ہر فردا یہیں پر ہے
ہم سے دُور لیکن بے حد قریب !

# کہیں ایک ایسا جہان ہے

کہیں ایک ایسا جہان ہے
جہاں خواب، ہمارے لیے خواب دیکھ رہے ہیں
ہم جو ستاروں کے گڈریے ہیں
یہ جہان، فلک بوس پہاڑیوں کی طرح استادہ ہے اور
اس کی روشنی سورج کو ماند کر رہی ہے
جب ہم اپنی منزل کی طرف زقند بھریں گے تو
ہماری رفتار عقاب کی طرح تیز اور بلند ہوگی
عقاب ہمارے رستوں پہ اپنے بازو پھیلائے گا
اور ایک اور اندھے خواب کو بیدار کرے گا
اور پھر یہ خواب نسل در نسل منتقل ہوتا رہے گا
ہمارے بعد آنے والے اسے اسی طرح دیکھیں گے جیسے آج ہم
دیکھ رہے ہیں
اور پھر جب اپنے سفر کے دوران وہ بیدار ہوں گے تو کہیں گے
"خاک کے اس فشار میں کہیں ایک ایسا جہان ہے جہاں کوئی
ہمارے خواب دیکھ رہا ہے"!!

# چڑیا گھر

جب کبھی میں یورپ اور امریکہ کے چڑیا گھروں میں جاتا ہوں
میں پنجروں اور خاردار باڑوں میں محبوس کیے ہوئے
افریقی اور ایشیائی جانور دیکھتا ہوں
مَیں اکثر ان چڑیا گھروں سے ایک بھاری دل کے ساتھ لوٹتا ہوں
گیت کی بازگشت میں لوٹتا ہوں
"تیسری دنیا کے جانوروں کو کیوں یہ اتنی بھاری
عمر بھر کی بیگار بھگتنا پڑ رہی ہے "

# تیسری دُنیا کا بندھن

وہ سیاہ فام انقلابی تھے
اور اکثر تیسری دنیا کی اور خاص طور پر
چین کی قوت کی باتیں کیا کرتے تھے
(ہر تیسرے لفظ میں ماؤ کا حوالہ دیتے تھے)
وہ انقلابی تھے اور سیاہ فام بہنیں اُنہیں جانتی تھیں
وہ انہیں دیکھتی تھیں اور حیران ہوتی تھیں
جب کہ بھائی
انقلابی بھائی
چینی عورتوں کے ذریعے تیسری دنیا سے بندھن باندھ رہے تھے
اُن کی اپنی بہنیں منتظر تھیں
(اور حیرت میں تھیں
کہ انقلاب کب شروع ہوگا)

# سیاہی کی روشنی

کون سیہ پیدا ہو گا
اور اس کی خوبصورتی اور تحیّر کا نغمہ نہیں گائے گا
سیہ ہونے کی مسرّت !
اس کا چیلنج !
کون سیہ پیدا ہوگا
اور خوشی سے نہیں جھومے گا — ؟

---

# ترغیب

ایک دن تم میرے گھر آؤ گی
اور میں ایک لمبا افریقی چوغا پہنے ہوں
تم بیٹھ جاؤ گی اور کہنا شروع کرو گی کہ سیاہ . . . .
(اور میں تمہارا ایک بازو پکڑ لوں گا)
اور تم میری حرکت کی طرف سے مطلقاً چشم پوشی
کرتے ہوئے کہو گی
"اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے دوست" . . . .
(اور میں تمہارے بازو کو اپنی گردن کے نیچے لے آؤں گا)
اور تم اپنی دھن میں کہتی جاؤ گی "انقلاب" . . .
(جب کہ میں تمہارا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لوں گا)

تم بات کرتی رہو گی — جیسا کہ تم ہمیشہ کرتی ہو
یہ کہتے ہوئے "میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ ۔ ۔ ۔ ۔"
(میں اس دوران میں تمہارا ہاتھ اپنے جسم پر اُوپر نیچے پھیرتا رہوں گا
پھر میں تمہارا مختصر اوپری لباس اُتاروں گا)
اور تم کہو گی "اصل میں ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے ۔ ۔ ۔ ۔"
(اور میں تمہارے بازو کو چوم رہا ہوں گا)
تم کہو گی
"میرے خیال میں ہمیں چاہیئے کہ ۔ ۔ ۔ ۔"
(میں تمہارا زیریں لباس اُتار رہا ہوں گا)

تم کہو گی
"اس صورتِ حال کے متعلق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"
(میں تمہارے چھوٹے کپڑے اتاروں گا)
تب تم دیکھو گی کہ تم بالکل برہنہ ہو چکی ہو
اور جیسا کہ میں تمہیں جانتا ہوں تم صرف اتنا کہو گی
"نکی —!
کیا یہ غیر انقلابی حرکت نہیں ہے"

# میں ایک سیاہ فام عورت ہوں

میں ایک سیہ فام عورت ہوں
میرے نغمے کی موسیقی
آنسوؤں کی میٹھی اور سست آہنگ دھن ہے
جسے دھیمے سروں میں لکھا گیا ہے
تم مجھے راتوں میں گنگناتا ہوا سن سکتے ہو
تم مجھے راتوں میں گنگناتا ہوا سن سکتے ہو

میں نے اپنے ساتھی کو چیختے ہوئے سمندر کی طرف لپکتے دیکھا ہے
اور میں نے اپنے ان ہاتھوں سے
گھنی گھاس کے جنگل میں اپنے بچے کی آخری سانسیں سمیٹی ہیں

میں نے "اُس" کے جھومتے ہوئے وجود کو آنسوؤں کی بارش میں کھویا ہے
اور اپنے بچے کو "اینز یو" سے سفر کے تمام رستے
میں امن کے لیے چلّاتے ہوئے سُنا ہے
امن جو اُس نے کبھی نہیں دیکھا
میں "ڈانانگ" اور "پورک چوپ" پہاڑی کی شدید دُکھ والی
منزلوں سے گزری ہوں
اب میرے نتھنے گیس کی بُو کو پہچانتے ہیں
اور میری ٹریگر دبا دبا کر تھکی ہوئی انگلیاں
اب صرف اپنے جنگ جُو کی داڑھی میں سکون اور نرمی تلاش کرتی ہیں

میں ایک سیہ عورت ہوں
سروِ سہی کی طرح لمبی اور مضبوط
تمام وضاحتوں اور تشریحات سے ماورا، پھر بھی
زمان، مکان اور حالات کی نفی کرتی ہوئی
حالات کے پرجوش حملے کے مقابل
غیر اثر پذیر
اور ناقابلِ فنا۔
میری طرف دیکھو
اور اپنا احیا کرو

---

# کوّے کی دُعا

اگر اُوپر کوئی ہے
جو جانتا ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے !
اُسے بتاؤ
"آج میں مصیبت میں ہُوں
مجھے کچھ دے جس سے میری تکلیف دُور ہو !"
اگر کوئی زمین کے اندر ہے
جو جانتا ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے ؟
آج مَیں مصیبت میں ہوں
مجھے کچھ دے جس سے میری تکلیف دُور ہو

جو بھی یہ چیزیں بناتا ہے !
جن میں سے ایک میں بھی ہُوں —
اُسے بتاؤ کہ
میں بھر پایا
مجھے موت دے دے کیونکہ
میں بہت دُکھ جھیل چکا ہُوں

# نغمے کا سفر

میرا بچہ رو رہا ہے
میں اُس کے پاس جاتا ہوں اُس سے باتیں کرتا ہوں
اور اُسے بہلانے کے لیے شکار کا ایک گیت گاتا ہوں
وہ میری طرف دیکھتا ہے
اور اُس کی آنکھوں کی روشنی میرے چہرے کا احاطہ کر لیتی ہے
میرے سوچے ہُوئے سارے لفظ اُسی کے حوالے سے ہیں
اور ان کی موسیقی میں شکاری، جنگجو اور گاتے
ہوئے آدمی کا آہنگ یکجان ہو گئے ہیں
میرا بچہ خاموش ہو جاتا ہے
میں اُس کے سر کو محبت سے تھپکتا ہوں

تو میری اُنگلیاں اُس کے سر کے ایک نرم
گوشے کو چھوتی ہیں جس کے نیچے دمکتا ہُوا خون لہریں لے رہا ہے
میرا نغمہ میرے بچے کے لہو میں گونج رہا ہے

اب وہ سو گیا ہے
مَیں اُس کے پاس سے اُٹھ کر اپنی انہی انگلیوں سے
مختلف پتھروں اور ایک درخت کو چھوؤں گا
اور اِس کے بعد میں اپنے ہاتھ سورج کی طرف پھیلا کر
اُس کا شکریہ ادا کروں گا :

---

# سفید آدمی مجھ سے کہتا ہے

بچت کرو
میں بچاتا ہوں
"دھاگہ، اینٹیں، درخت، گھوڑے اور چمڑا"
جو کچھ میں بچاتا ہوں اُس کی کسی کو ضرورت نہیں ہے
پھر میں صحرا میں اپنا دھاگوں سے بنا ہُوا
گیند گھماتا ہُوا نکل جاتا ہوں
(اس گیند کا قطر چار فٹ ہے)
دو سفید آدمی آتے ہیں
وہ میری بچائی ہوئی اینٹوں، درختوں، گھوڑوں، چمڑے اور دھاگے کو دیکھتے ہیں
وہ پُوچھتے ہیں

"تم نے یہ چیزیں کہاں سے چرائی ہیں ؟"
وہ میری ایک نہیں سُنتے
وہ دھاگہ مجھ سے چھین لیتے ہیں اور اسے بل دے کر
ایک رسّہ تیار کرتے ہیں
پھر وہ یہ رسّہ میری گردن میں ڈال دیتے ہیں
اور مجھے اُن درختوں میں سے ایک پر
لٹکا دیتے ہیں
جو میں نے بچا کر رکھا ہُوا تھا ——

---

# صدیوں کا خواب

میری خواہش تھی کہ میں جانتا
دوسری دہائی کے آخر میں میری ماں ہرے بھرے ایک
میدان کے پار اپنی غمگین نگاہوں سے کیا دیکھ رہی تھی !
وہ مستقبل کی روح میں محوِ نظارہ تھی
اور اُس کے سر پر سیاہ رنگ کے فرشتے سایہ کیے ہوئے تھے
سیاہ فرشتے ، جن کے دامن پر میرے بزرگوں کی زندگی اُن کا علم
اور اپنے سیاہ فام ہونے کا عظیم احساس دمک رہا تھا
میں نے اپنی ماں کی جو تصویر اپنی دوست کو دکھائی اُس میں یوں لگتا تھا
جیسے وہ پرانے غموں کو نئے غموں سے تبدیل کر رہی ہو
اُس کے جذبوں کی پھوار اُس کے وجود کو تر اور مجھے مسخر کیے ہوئے تھی

اتنے فاصلے سے بھی وہ میری رُوح میں وہ علم اتار رہی تھی جو اُسے
اپنے بزرگوں سے ملا تھا اور یوں یہ علم ہمارے دَور کے تمام
سیاہ فام لوگوں کو منتقل ہو رہا تھا
میری وصیت ہے کہ جب میں مروں
تو میرا احساس سیاہ فام لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے
وہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے مفید مطلب حصّے الگ کر لیں
میرے شیریں خواب لے لیں
اور وہ تمام مکروہ سڑے ہوئے حصّے چھوڑ دیں جو سفید ہیں ؛

---

# شکوہ

وہ بڑی لگن سے خوب بن سنور کر آگے بڑھتے ہیں !!
اُن کے تسمے والے جوتوں سے مزین پاؤں بعد میں کوڑا گھر میں پڑے ہوں گے
اُن کا خون اُن کی شیر کی کھالوں کو میلا اور بے آب کر دے گا
اور کوڑا گھر سے اُن کی باوقار سیاہ داڑھیاں
آسمان کی طرف شکایتی انداز میں اشارے کر رہی ہوں گی

---

# زخمی رُوحیں٭

مَیں ایک خوبصورت سیاہ فام بن سکتا ہوں
کیونکہ میں ایک خوبصورت سیاہ فام ہوں !
اور تم میری جان
تم بھی ایک خوبصورت لڑکی ہو
ہم دونوں منفرد وجود رکھتے ہیں
لوگ چاہے ہمیں جن ناموں سے بھی پکاریں وہ ہم سے محبت کرتے ہیں
وہ ہماری اُس طاقت سے محبت کرتے ہیں
جو خاموشی کے عین وسط میں اور تشدد کی انتہا پر جلوہ نما ہوتی ہے
زندگی اور اِس کی خالص طلب کی خاطر
ہم سورج کی پرستش کرتے ہیں !

ایک اعتبار سے ہم بہت عجیب ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں ہم کیا ہیں :
ہم سیاہ روحیں ہیں جو زخمی اور اذیت رسیدہ جسموں میں سفر کر رہی ہیں :

---